محمد فرید * ڈاکٹر صلاح الدین درویش **

ناول سدھارتھ کے کرداروں کے افکار و نظریات کا تنقیدی مطالعہ

Abstract: *Hermann Hesse's novel Siddhartha was published in 1922. The Novel focuses many aspects of Gautam Budha's personality and teachings. Although the characters of the Novel are brief but they dominate the plot throughout. The novelist introduced all the characters in such a way that they are exposed with their flaws and qualities. The characters are interworen artistically. This research article critically reviews all the characters.*

ہر من ہیسے کا ناول سدھارتھ ۱۹۲۲ء میں منظر عام پر آیا۔ ناول "سدھارتھ" میں اس کے ہیرو سدھارتھ کے علاوہ دیگر نمائندہ کرداروں کے فکری رجحانات کا مطالعہ کرنے سے ایک بات تمام کرداروں میں بخوبی دیکھی جاسکتی ہے کہ یہ گھڑے گھڑائے یعنی ٹائپ قسم کے کردار نظر آتے ہیں ان تمام کرداروں کی حیثیت ہیرو سدھارتھ کے سامنے انتہائی پست نظر آتی ہے۔ کسی ایک کردار کو بھی ناول سے نکال دینے کے باوجود بھی اس کی کہانی پر کوئی خاص فرق پڑتا دکھائی نہیں دیتا۔ ہر من ہیسے نے ہیرو کے علاوہ عام کرداروں کو وہ اہمیت نہیں دی کہ جو دیگر ناولوں میں دیکھی جاتی ہے نہ ہی اس ناول کی ہیروئین اور نہ ہی دیگر کردار کوئی خاص اہمیت حاصل کرتے نظر آتے ہیں۔ ذیل میں ناول "سدھارتھ" کے نمائندہ کرداروں کے افکار و نظریات کا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے:

ا۔ سدھارتھ:

سدھارتھ ایک ایسا شخص ہے جو مذہب کی جکڑ بندیوں اور روایت کے سائے تلے خود کو تلاش کرنے میں منہمک ہے مگر کہیں اس کا سرا نہیں پاتا گویا ضروری نہیں کہ مذہب کی موجودگی انسان کو خود شناسائی کے راستے کا پتا بھی دے۔ اپنا پتا پانے کے لیے انسان کو تلاش خودی کے سفر پر نکلنا پڑتا ہے۔ ہر من ہیسے ہمیں اس ناول میں سدھارتھ کے ایسے سفر کی کتھا سناتا ہے۔ سدھارتھ کے ارد گرد کے ماحول اور اس کی مذہبی تعلیم و تربیت نے اس کے اندر ذہنی تشکیک پیدا کر دی تھی جس سے وہ سخت ذہنی انتشار کا شکار ہو گیا تھا اور بوڑھے سنیاسی بھی اس کی تشفی نہیں کر پائے تھے۔ وہ تمام سنیاسی، بڑے بڑے جوگی جو اس کو آتما اور نروان کا سبق سکھاتے رہے وہ تمام درحقیقت خود بھٹکے ہوئے تھے۔ جنھیں خود راستے کا علم نہ ہو وہ بھلا کسی کی راہنمائی کیسے کر سکتے ہیں لہٰذا سدھارتھ کو اس بات کا بخوبی ادراک

* لیکچرار شعبۂ اُردو، او پی ایف بوائز کالج ایچ ایٹ فور، اسلام آباد۔
** ایسوسی ایٹ پروفیسر / صدر شعبۂ اُردو اسلام آباد کالج برائے طلبہ ایچ نائن، اسلام آباد۔

ہو جاتا ہے کہ اس نے اپنی منزل اور اس کو جانے والے راستے کا تعین خود کرنا ہے۔ دوسروں کے تجربات کسی کو کچھ نہیں سکھا سکتے۔ روحانی تجربات اور عقل و دانش کی باتیں دو مختلف چیزیں ہیں۔ دونوں کو واضح کرنا ہی مشکل ہے تو سکھانا تو ناممکنات میں سے ہے۔ سدھارتھ گوتم سے کہتا ہے:

"گوتم! میرے خیال سے نصیحت سے کوئی عرفان حاصل نہیں کر سکتا۔ ذات کے عرفان کے لمحات میں آپ نے کیا محسوس کیا۔ ان گہرے لمحات کا تجربہ آپ کو کیسا لگا، اسے آپ الفاظ میں قید نہیں کر سکتے۔ عارف بدھ کی تعلیمات ہمیں متاثر کرتی ہیں۔ صادق کیسے رہیں، برائی سے، گناہ سے کیسے بچیں۔ ان میں کتنی تعلیمات ہیں لیکن اس میں بس ایک کمی ہے، اس میں وہ راز کہاں ہے جسے گوتم نے خود محسوس کیا۔"(۱)

سدھارتھ کے کردار سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ دنیا میں ایک انتہا کوئی نہیں۔ ہر اچھائی کے اندر برائی اور ہر برائی میں اچھائی موجود ہے۔ کوئی شکل حتمی نہیں ہر چیز تبدیل ہوتی ہے اور تبدیل شدہ چیز اپنے اندر تکمیل کا عنصر لیے ہوتی ہے۔ ہر گناہ پہلے سے اپنے اندر بخشش اور رحمت لیے ہوئے ہے۔ چور اور جواری میں بھی بدھ موجود ہیں اور برہمن کے من میں بھی چور ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ گیان دھیان میں وقت کا اثر زائل ہو جائے اور ایک ہی وقت میں ماضی، حال اور مستقبل میں جھانکا جا سکے۔ ہر چیز کو اثبات چاہیے۔ ہر چیز مکمل ہے۔ ہر چیز برہما ہے لہٰذا اسے تو لگتا ہے کہ جو کچھ ہے وہ اچھا ہے۔ زندگی اور موت بھی، پوترتا اور پاپ بھی۔ اس کے نزدیک ہر چیز اپنی جامعیت کے ساتھ تمام خواص کے ساتھ خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی، محبت کی حق دار ہے۔ تلاش کے طویل سفر میں اس نے جو صبر اور شعور کے ہنر سیکھے تھے ان کی بدولت وہ محبت اور کاروبار دونوں میں کامیاب ٹھہرتا ہے۔ وہ بہت امیر آدمی بن جاتا ہے۔ وہ برہما کی تلاش اپنی ذات میں شروع کر دیتا ہے۔ سدھارتھ سوچتا ہے کہ اس کا اپنے آپ سے بھاگنے کا عمل غلط تھا۔ وہ اس نامعلوم باطن کی تلاش میں خود سے الگ ہونا چاہتا تھا جو مرکز حیات ہے۔ مطلق ہے، الوہی ہے۔ سو وہ رگ وید، اتھروید اور سنیاس کی تعلیمات کا راستہ چھوڑ کر اپنا شاگرد ہو جاتا ہے۔ دنیا کی خوب صورتی اسے اپنی طرف بلانے لگتی ہے۔ وہ خود کو کوسنے لگتا ہے کہ جو شے ضروری ہو اس سے روگردانی نہیں کی جا سکتی۔ وہ اپنی اور برہما کی کھوج میں دنیا کی لذتوں کا سہارا لیتا ہے۔ مادیت کو اپنی زندگی میں داخل کر لیتا ہے۔ کاروبار کرتا ہے۔ عشق مجازی کی بلندیوں کو چھوتا ہے اور آہستہ آہستہ عزت، دولت، طاقت، محبت، امید اور توقعات کی دنیا میں جذب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسے ہر چیز اپنی جگہ الوہی نظر آتی ہے۔

صوبیہ سلیم لکھتی ہیں:

"راہبانیت اور ترک دنیا غلط ہے۔ دنیا مایا جال نہیں۔ دنیا کے ہر عنصر کو محسوس کرنا اور سمجھنا ضروری ہے۔ جذبات، رشتے، محبت، دوستی سب چیزیں زندگی کا حصہ ہیں۔ زندگی سے الگ کوئی چیز نہیں۔ ہر

تجربہ خواہ وہ کسی بھی قسم کا ہو اپنے اندر مثبت پہلو لیے ہوئے ہے۔ ہر تجربہ ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور سکھاتا ہے۔ ہر چیز اپنی جگہ ایک مکمل اکائی ہے۔ تکمیل ہر چیز کا بنیادی عنصر ہے۔ چیزوں کو ان کے تمام تر عناصر کے ساتھ قبول کرنا چاہیے"۔(۲)

سدھارتھ کا مرکزی کردار حقیقت اور اوم کی علامت ہے۔ سدھارتھ دنیاوی عشق و عشرت میں بھی وقت گزارتا ہے اور پھر جلد ہی اس سے بے زار بھی ہو جاتا ہے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس اپنے راستے کی طرف پلٹ آتا ہے اسے اپنے اندر "اوم" کی آواز آتی ہے۔ اس طرح وہ فطرت کی طرف راغب ہو کر خود آگہی کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ اندرونی آواز کو پا لینے کا نام اپنی ذات اور نفس کی پہچان حاصل کر لینا ہے یعنی مختلف حالات و واقعات میں نفس کے گھوڑے پر سواری کرنا اور اسے قابو کر لینے کے بعد مختلف خواہشات سے خود کو دور کر لینا اس کی معراج ٹھہرتا ہے۔ باپ کا گھر چھوڑ کر بھی کملا کو دیکھنا، اس کو بوسہ دینا اور اپنی خواہش کو عورت کے رضامند اور آمادہ ہونے کے باوجود اندر کی آواز "نہیں" کے جواب میں روک لینا یعنی "انکار" کی صلاحیت کا ادراک کر لینا سدھارتھ کی کامیابی کی دلیل ہے۔ اسی طرح آسودگی کی زندگی کو، عشق کو بیچ منجھدھار میں اندر کی آواز "اوم" یعنی "انکار" (نہیں) کی بدولت چھوڑ دینا بھی سدھارتھ کی کامرانی ہے۔ "اوم" کی آواز "نہیں" کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے گوتم بدھ کا ساتھ چھوڑنا اور اصل سدھارتھ کی تلاش پر پرانے سدھارتھ کی کینچلی اتار پھینکنا بھی سدھارتھ کی فتح و نصرت بن جاتی ہے۔ "اوم" کی طاقت سے ہی سدھارتھ عرفان ذات کا شعور حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہرتا ہے۔ وہ تعلیمات جو اس کے اندر موجود تھیں ان کا Realization ہو جانا گویا یہ ایسے ہے کہ یہ ساری باتیں اس کے باطن میں موجود تھیں اور اب پایہ تکمیل کو پہنچ گئیں ہوں اور ہوتا بھی یہی ہے۔ عرفان نفس اور عرفان حقیقت کے معنی یہ ہیں کہ فرد سچائی کے نفس پر منکشف ہو جائے جو اندر موجود ہو۔ اس سفر کی ابتدا بھی وہی ہے جو اس کی انتہا ہے۔ ایک صوفی، سالک یا راہب کا روحانی اور پر اسراریت کی دنیا کا سفر وہیں اختتام پذیر ہوتا ہے جہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اگر یہ ادراک اس ہستی کے نہال خانے میں پہلے سے موجود نہ ہو تو اس کی تلاش ممکن ہی نہیں۔ سدھارتھ دریا جیسی غیر اہم شے سے اندر کی آواز اور روشنی سے نئی نئی تراکیب و مفاہیم سے آشنائی حاصل کرتا ہے۔ وہ دریا کو وقت کے استعارے کے طور پر لیتا ہے اور اسے زندگی اور موت کے درمیان حد فاصل سمجھتا ہے۔ "شعورِ زمان" روحانی آدمی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ صرف وقت کا شعور حاصل کر لینے سے ہی تمام تر روحانی ترقی ممکن ہو جاتی ہے۔ سدھارتھ بھی یہ شعور حاصل کر لیتا ہے اور اوم کی حقیقت تک پہنچتا ہے:

"ندی اور اس کی ہزاروں صداؤں کی موسیقی کو سنتے ہوئے سدھارتھ جب اتنا محو ہو گیا کہ وہ دکھ اور سکھ کی آوازوں میں تمیز کرنا بھول گیا۔ اس کی آتما کسی ایک آواز سے بندھی نہیں رہ گئی اور ان ساری آوازوں کو سنتے ہوئے بھی اس نے ان سبھی کو اپنی آتما میں جذب کر لیا، تب اس اکمل

کے ،اس یکتا کے اندر سے ہزاروں آوازوں کا نچوڑ ایک عظیم آواز سنائی پڑی اور وہ لفظ تھا اوم۔۔۔اکمل۔"(۳)

سدھارتھ مثبت اور تعمیری سوچ رکھنے والا ہے جو ہر شخص یہاں تک کہ گنہگار اور بدکار میں بھی بدھ دیکھتا ہے:

"یہ صرف توقع ہے۔گنہگار بدھ بننے کے راستے پر نہیں چلتا۔وہ آگے بڑھتا ہے۔اگرچہ ہماری قوت فکر چیزوں کا کوئی مختلف تصور کر ہی نہیں سکتی۔اس گنہگار میں پہلے سے بدھ موجود ہوتا ہے۔اس کا مستقبل وہاں پہلے سے ہی ہوتا ہے۔ اس کے اندر پوشیدہ بدھ کو پہچانا جاسکتا ہے جو اس میں ہے، تم میں ہے اور سب میں ہے۔"(۴)

سدھارتھ کی بیٹے سے محبت فطری اور حقیقی ہے۔رشتۂ محبت کو توڑنے والے بیٹے کے لیے اس نے محسوس کیا کہ کوئی چیز اس کے اندر مر گئی ہے وہ غم زدہ ہو کر،مایوس ہو کر خاک پر بیٹھنے پر مجبور ہو گیا:

"وہ اپنے بیٹے کو بے حد چاہتا تھا اور ڈرتا تھا کہ کہیں وہ اسے بھی نہ کھودے۔اسے لگتا تھا کہ اس سے پہلے اس نے کبھی کسی کو اتنا پیار نہیں کیا تھا۔ اتنااندھا، اتنا تکلیف دہ، پھر بھی اتنی خوشی دینے والا پیار،سدھارتھ اپنے دوست کی صلاح نہیں مان پایا۔وہ اپنے بیٹے کو آزاد نہیں کر سکا۔وہ اپنے بیٹے کو بس میں نہ کر سکا۔الٹے خود اس کے بس میں ہو کر توہین برداشت کرتا رہا۔گونگا بنا رہا اور انتظار کرتا رہا۔"(۵)

سدھارتھ دنیا میں کھو کر صرف اس کے ہو کر رہنے اور زیادہ کی توقع رکھ کر حق کی تلاش میں زیادہ کھوجنے کو پسند نہیں کرتا اس کے نزدیک زیادہ کی خواہش اور دل میں ہمہ وقت حق سے آشنا ہونے کی شدید خواہش حق تک پہنچنے اور اس کی آگاہی میں رکاوٹ بنتی ہے۔اس کی اور گووندا کی تلاش میں اس فرق کو بخوبی دیکھا جاسکتا ہے:

"گووندا نے کہا۔لیکن میں ابھی تلاش میں کامیاب نہیں ہوا۔میں کوشش جاری رکھوں گا۔میرا یہی مقدر ہے مجھے لگتا ہے تم نے بھی کھوج کی ہے۔کیا تم اس سلسلے میں مجھے کچھ بتانا چاہو گے، میرے دوست۔سدھارتھ نے جواب دیا، میں تمھیں ایسی کوئی بات نہیں بتاسکتا،جو بیش قیمت ہو سوائے اس کے کہ تم بہت زیادہ کی توقع رکھتے ہو اور حاصل اس لیے نہیں کر سکتے کہ زیادہ تلاش کرتے ہو۔"(۶)

۲۔کملا:

ناول کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت ذات ہو کر بھی اس نے کافی تجربات کیے اور گووندا کی طرح کنوئیں کا مینڈک بننا پسند نہیں کیا۔اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ یہ اس کی شخصیت اور افکار و نظریات کا ہی نتیجہ تھا کہ سدھارتھ، گووندا کی

طرح کنوئیں کا مینڈک نہیں بنا۔ اس نے سدھارتھ کی بے رنگ زندگی میں رنگ بھر دیے اور اپنی وفا اور مثبت رویے کی وجہ سے اس کے اندر منزل کو حاصل کرنے کی جستجو اور لگن پیدا کرنے کی تحریک دی۔ اس نے سدھارتھ کو اپنا قرب دینے کے لیے دولت کمانے، کامیاب انسان بننے اور دنیا میں رہ کر مقابلہ کرنے کے بعد کامیابی سمیٹنے کا ہنر دیا۔ ہرمن ہیسے نے کملا کو فکری و نظریاتی طور پر اس عورت کے روپ میں پیش کیا ہے جو بدھ مت کی اس میتھالوجی سے بخوبی آگاہ ہے کہ جس کی رو سے عورت کو یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ خود کو کیسے پرکشش بنا کر مرد کو اپنی طرف متوجہ کرے۔ یہ کملا کے حسن و عشق کا ہی اعجاز ہے کہ سدھارتھ اسے پانے کے لیے جستجو و کوشش کرتا ہے اور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر عورت راضی ہو تو اس کا اپنا ہی مزہ ہے یہ کملا ہی ہے جو سدھارتھ کو بچے کا تحفہ دے کر اس کی شخصیت کی تکمیل کرتی ہے اور اس کو باپ بنا کر سوچ کا ایک نیا انداز دیتی ہے اور ساتھ ساتھ سدھارتھ کو یہ بھی بارآور کراتی ہے کہ عورت بھی باعث توجہ ہے اور دونوں کی آپس میں دلچسپی اور تعلق بھی عین فطری امر ہے۔ کملا کے کردار سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ ناول بھلا کسی بھی تہذیب سے تعلق رکھنے والے قلم کار کے ہاتھوں سے نکلے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہوتا ہے کہ عورت کا کردار قربانی دینے اور اپنی ذاتی خواہشات و نظریات کو محبوب کی ذات پر قربان کر دینے کا نام ہے جب سدھارتھ اسے چھوڑ کر آگے بڑھنے کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس کو نہیں روکتی، اس کے سامنے رکاوٹ نہیں بنتی بلکہ وہ تو یہی چاہتی ہے کہ بہتے پانیوں کا مسافر سدھارتھ نروان پانے کے لیے آگے اور آگے بڑھتا چلا جائے۔ کملا کے کردار سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ عورت وقتِ آخر شوہر یا محبوب کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ اسی فکر اور خیال کے تابع رہ کر وہ سدھارتھ کے قرب میں جان دے دیتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے یقیناً سدھارتھ کی کامیابی کے پیچھے بھی کملا کا ہاتھ دیکھا جا سکتا ہے۔ ماں ایک گداز ہے اس لیے سدھارتھ کا بیٹا اس میں سکون اور پناہ لیتا ہے۔ کملا صفر سے لے کر سو تک فطری کردار ہے۔

کملا کا کردار جبلت کی طرف فطری جھکاؤ کی علامت ہے۔ کملا سدھارتھ کی زندگی پر انتہائی گہرا اثر ڈالتی ہے۔ کملا کے وسیلے سے ہی سدھارتھ سنسار میں داخل ہوتا ہے۔ لوگوں کے درمیان رہنا سیکھتا ہے وہ خود کو ملوث کیے بغیر اس دنیا میں داخل ہو جاتا ہے جو اس کے لیے ایک دلچسپ کھیل ہے۔ یہ کھیل وہ زیادہ عرصہ باہر رہ کر نہیں کھیل پاتا آخر کار کملا کے مضبوط کردار کی بدولت وہ اس کا باقاعدہ حصہ بن جاتا ہے۔ پورے ناول میں کملا چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ سدھارتھ کی زندگی پر اس کا اثر انمٹ ہے۔

بقول صوبیہ سلیم:

> ” وہ ایک مغرور اور نسوانی فخر میں گرفتار عورت ہے جو حکومتوں کے تختے الٹ دینے پر قادر ہے۔ جس کا ذہن، جس کا بدن اس کے اپنے اختیار میں ہے اور جس کا بہترین مصرف اسے معلوم ہے۔ وہ خود کو باہر رکھ کر کھیل کا مزہ لیتی ہے حالاں کہ وہ خود کھیل کا حصہ ہے۔ وہ خود پرستی میں مبتلا سدھارتھ کو دنیاداری کے راستے پر کملا لائی تھی۔“ (۷)

کملا سدھارتھ کے لیے ایک تجربہ بنتی ہے اور اسے سدھارتھ بننے میں مدد دیتی ہے اسے روحانیت و پر اسراریت کے راستے میں کافی مدد دیتی ہے۔ بعض ناقدین اس سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔ آصف فرخی سے اپنے مکالمے میں سلیم احمد کہتے ہیں:

"ایک بات میں عرض کردوں۔ کملا والے قصے میں مجھے کوئی روحانی جہت نہیں ملتی۔ وہ (سدھارتھ) محبت کا کھیل سیکھنا چاہتا ہے اس لیے ایک نرتکی سے ملتا ہے جو محبت کے بھید، جسم کے اسرار جانتی ہے۔ جس طرح بانسری بجانے والا بانسری کو جانتا ہے وہ اس سے محبت کرنا سیکھتا ہے۔ یہاں کوئی روحانی پہلو نہیں ہے۔ وہ بس اس کے جسم سے آسودہ ہوتا ہے بلکہ اس عورت میں یہاں زیادہ گہرائی نظر آتی ہے اس عورت میں دوسرے شخص سے لگاؤ محسوس ہوتا ہے۔"(۸)

کملا ناول "سدھارتھ" میں ایک مختصر نسوانی کردار ہے لیکن یہ انتہائی مضبوط ہے۔ کملا ایک ماہر نفسیات کی طرح سدھارتھ کے ظاہری و باطنی پہلوؤں سے بخوبی آگاہ ہے۔ وہ اسے کہتی ہے کہ تم کسی سے بھی محبت نہیں کر سکتے کیوں کہ تم اپنے آپ سے محبت کرتے ہو۔ کملا کے کردار میں سدھارتھ سے زیادہ دل کشی، انسانی گہرائی اور دنیا کی سوجھ بوجھ پائی جاتی ہے۔ کملا جدید معاشرے کی مادیت پسند عورت ہے۔ وہ سدھارتھ کو جو راہ حقیقت کا جویا اور سالک ہے، مایا جال کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ شاید وہ ہندو معاشرے کہ جس کی رو سے عورت مایا کا حصہ اور اسے جنم دینے والی ہے کی عملی تصویر نظر آتی ہے جس کے تحت ذہنی عمل کی پختگی اور عالمانہ طرز زندگی کی بجائے مادی آسائشات زیادہ اہم ہیں تبھی تو وہ شہر کی ایک مشہور طوائف، باغ اور محل کی مالکہ بھی ہے۔ سدھارتھ جب کملا سے کہتا ہے کہ میں سوچ سکتا ہوں، میں انتظار کر سکتا ہوں، میں بھوکا رہ سکتا ہوں اور ضرورت پڑنے پر شاعری بھی کر سکتا ہوں تو وہ کہتی ہے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ سدھارتھ اسے قائل کرنے کے لیے کہتا ہے کہ اس عمل سے مجھے یہ قوت حاصل ہوئی ہے کہ میں جو چاہتا ہوں حاصل کر لیتا ہوں اور وہ بھی بغیر کچھ کیے۔ کملا یہ سب سننے کے باوجود بھی اسے اہمیت نہیں دیتی اور خود کو سدھارتھ کو سونپنے کے لیے حصول دولت کی شرط عائد کرتی ہے:

"کملا کا دوست بننے کے لیے تمہیں دولت کی ضرورت پڑے گی"۔(۹)

کملا چالاک، ہوشیار اور دوسروں سے فائدہ اٹھانے کے ہنر سے بھی بخوبی آگاہ ہے اسے پتا ہے کہ سدھارتھ کو ایک کامیاب تاجر کے ساتھ جوڑ کر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ تبھی تو وہ سدھارتھ کو کام سوامی کے پاس بھیجنے سے پہلے اس کو باقاعدہ تیار کرتی ہے اور سمجھاتی ہے کہ اُسے تاجر کے ساتھ کیسا رویہ روا رکھنا ہے۔ جب سدھارتھ کملا سے اس کے شہر والے محل میں ملنے آتا ہے تو وہ اسے کہتی ہے:

"تمہارا کام بن رہا ہے سدھارتھ، کملا نے اس کے قریب آکر کہا۔ تمہیں کام سوامی نے بلایا ہے۔ وہ اس شہر کا سب سے دولت مند تاجر ہے۔ اگر تم اسے خوش رکھ سکے تو وہ تمہیں اپنے یہاں رکھ لے گا۔ ہوشیاری سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ میں نے کچھ لوگوں کے ذریعے تمہارا نام اس تک پہنچایا تھا۔ اس

سے دوستی کرو۔ وہ بہت با اثر آدمی ہے لیکن اس کے سامنے بہت بھولے مت بنے رہنا۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اس کے خادم نہیں بلکہ اس کے برابر کے بن کر رہو ورنہ مجھے خوشی نہیں ہوگی۔ کام سوامی بوڑھا آدمی ہے خوش ہو گیا تو تم پر بھروسہ کرے گا۔"(۱۰)

کملا ایک شاطر اور صنف مخالف میں شدید دلچسپی لینے والی عورت کے طور پر سامنے آتی ہے۔ وہ مردوں کو اپنی طرف راغب کرنا اور ان کے جسموں سے لذت اٹھانے کے فن میں ملکہ رکھتی ہے۔ اسے مردوں پر فتح پانے کے تیس/چالیس آسن آتے ہیں۔ وہ سدھارتھ کو روحانیت و پراسراریت کی دنیا سے نکال کر دنیاوی لذتوں کی طرف کھینچ لاتی ہے اور اسے مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اپنے اندر چھپے سنیاسی کو گہری نیند سلا دے اور کملا کے حسن کا اسیر ہو کر سب کچھ اس کے سامنے تج دے:

"سدھارتھ خاموش ہو گیا۔ پھر ان دونوں نے مباشرت کی۔ کملا تیس یا چالیس آسن جانتی تھی جن میں ایک اس نے سدھارتھ کو سکھایا۔ اس کا جسم ایک چیتے کی طرح، شکاری کی کمان کی طرح لوچ دار تھا محبت کے اسرار ورموز سے پر، مسرت بخش جسم، وہ دیر تک سدھارتھ سے کھیلتی رہی۔ اسے کھسیاتی رہی، پریشان کرتی رہی، محسوس کرتی رہی، احساس دلاتی رہی، اسے ہراتی رہی، اپنی فتح پر خوش ہوتی رہی۔ جب تک سدھارتھ شکستہ اور چور چور ہو کر اس کی بغل میں نڈھال ہو کر لیٹ نہیں گیا۔ تب وہ سدھارتھ کے اوپر جھکی اور اس کے چہرے کو، اس کے تھکی ہوئی آنکھوں کو ایک ٹک دیکھتی رہی۔ آج تک جتنے لوگ میرے یہاں آئے تم ان سب سے اچھے ہو۔"(۱۱)

کملا کو جب گوتم بدھ کی بیماری کی خبر ہوتی ہے تو وہ اس کی زیارت کرنے اور شانتی حاصل کرنے کے لیے گوتم بدھ سے ملنے کے لیے پیدل سفر کرتی ہے۔ دریا کنارے ۱۲ سال بعد اس کی ملاقات سدھارتھ سے ہو جاتی ہے تو کملا کی وہ عورت اندر سے جاگ اٹھتی ہے جو اپنے عاشق یا دوست پر جان تک قربان کر دینے کا عزم رکھتی ہے۔ اب اس میں تبدیلی آچکی ہے اور وہ سنیاس لے چکی ہے وہ اپنا باغ گوتم کے معتقدین کے لیے وقف کر چکی تھی۔ وہ بدھ کی شرن میں چلی گئی تھی اور مسافروں کی خدمت کرنے والی عورتوں میں سے ایک بن چکی تھی۔ گوتم سے ملاقات کا مقصد شاید اپنی غلطیوں اور گناہوں کا ازالہ کرنا تھا۔ ایسے میں کملا کا اپنے سابق عاشق سے ملاقات کرنا ہی اس کے لیے خوشیوں کے در وا کر دیتا ہے۔ سدھارتھ سے کملا کا ہونے والا مکالمہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس سے ملاقات ہی اس کی شانتی کا باعث ہے۔ گویا اسے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ بدھ سے مل رہی ہو:

"سدھارتھ کچھ نہیں بولا۔ چپ چاپ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ کیا تم نے اسے (شانتی کو) حاصل کر لیا ہے؟ اس نے پوچھا: کیا تم نے سکون پا لیا؟ وہ مسکرایا اور اپنا ایک ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔ ہاں اس نے کہا: میں دیکھ رہی ہوں اب میں بھی سکون حاصل کر لوں گی۔ تم نے پا ہی لیا سدھارتھ نے اپنے

منہ ہی منہ میں کہا۔ کملا اسے ایک ٹک دیکھتی رہی اس کے سفر کا مقصد گوتم کی زیارت تھا، بدھ کا پرنور چہرہ دیکھنا تھا۔ اس کے سکون سے کچھ حاصل کرنا تھا۔ اس کے بدلے اسے سدھارتھ ملا تھا۔ یہ اتنا ہی حق تھا جتنا بدھ کی زیارت"۔(۱۲)

کملا جب بدھ کی زیارت کے لیے نکلتی ہے تو دریا کے کنارے اسے سانپ ڈس لیتا ہے۔ اس کا بچہ مدد کے لیے لوگوں کو پکارتا ہے۔ وہ وہاں موجود سدھارتھ کو پہچان لیتی ہے مگر وہ بچ نہیں پاتی۔ یوں اس ناول کا ایک مختصر لیکن جان دار کردار ایک بھرپور زندگی گزار کر اس دار فانی سے کوچ کر جاتا ہے۔ نازیہ ملک کملا کی موت کا منظر بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

"سدھارتھ میں کملا جو ہیروئن ہے وہ مرنے سے پہلے زندگی کے تمام عیش و عشرت کا مزہ چکھتی ہے۔ اسے محبوب کا وصل حاصل ہے اور وہ اپنی جان محبوب کی بانہوں میں ہی دیتی ہے۔ اسی وجہ سے مرتے وقت اس کے چہرے پر سکون کی لہر نظر آتی ہے۔"(۱۳)

۳۔ گووندا:

گووندا تلاش حق یا نروان حاصل کرنے کے لیے سدھارتھ کے ساتھ نکلتا ہے۔ وہ ایک اسکول آف تھاٹ کو قبول کر کے اس کا حصہ بن جاتا ہے۔ رہبانیت کا مکمل لبادہ اوڑھ کر دنیا کی رنگا رنگی اور امتحانات و تجربات سے خود کو دور رکھ کر بغیر کسی سوچ و فلسفے کو اپنے ذہن میں بیدار کیے پہلے سے موجود سسٹم کا حصہ بننا اور اپنی اکائی کو کل کے سپرد کر دینا اس کا نظریہ تھا۔ گووندا دراصل کنویں کا مینڈک بن کر ایک ہی ماحول اور فکر کا حصہ بنتا ہے لیکن اختتام ناول تک نروان حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ گووندا کے افکار و نظریات میں اضطراب کی کمی ہے جو اسے بہت جلد اور کم آگاہی پر بھی مطمئن کر دیتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ گووندا ذہین و فطین نہیں بلکہ لکیر کا فقیر ہے تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ ذہانت جاننے کے لیے اضطراب پیدا کرتی ہے جو اس میں نظر نہیں آتی۔ گووندا کے افکار و نظریات میں "ناکام ہو جانے کا ڈر" موجود ہے جو اسے آگے بڑھنے سے روکتا ہے تبھی تو وہ ایک مخلص دوست ہونے کے باوجود سدھارتھ کا ساتھ نہیں دے پاتا۔ اس کی سوچ و فکر یا نظریہ عام انسانوں جیسا ہے نہ کہ خواص جیسا۔ گووندا سدھارتھ کے آخری وقت میں اس کے چہرے پر گیان کی روشنی دیکھتا ہے جو اس کی مسکراہٹ سے پھوٹ رہی ہوتی ہے اور جس میں زندگی کے سارے رنگ یکجا ہوتے ہیں۔

بقول ڈاکٹر سہیل احمد:

"وہ زندگی کے راز اور حقیقت سے آشنائی حاصل کر لیتا ہے۔ گووندا سدھارتھ کے چہرے میں لاکھوں چہروں کو ابھرتے اور غائب ہوتے دیکھتا ہے اور اس کے ہونٹوں پر تتھاگت جیسی مسکراہٹ دیکھتا ہے جو زندگی کا بھید سمجھ جانے پر ہی پیدا ہوتی ہے۔"(۱۴)

گووندا اپنی پوری زندگی شرافت اور پرہیز گاری سے بسر کرتا ہے۔اس وجہ سے وہ جوان بھکشوؤں میں بڑی قدر و منزلت رکھتا ہے۔ پھر بھی اس کے دل میں ایک بے چینی تھی اور اس کی تلاش ابھی ادھوری تھی۔وہ سدھارتھ کے مقابلے میں یہ سمجھنے سے قاصر رہا۔ گووندا دوستی اور پرستش کی ڈور سے بندھا ہوا کردار ہے جو سدھارتھ کو اپنا گرو مانتا ہے۔ اس کے افکار و نظریات پر سدھارتھ کی پرچھائیں نظر آتی ہیں۔ انسانی فطرت کے عین مطابق وہ اپنی پسند کا راستہ خود منتخب کرتا ہے اور بدھ کا بھکشو بن جاتا ہے۔وہ آگے جانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ سدھارتھ کے مقابلے میں اس کی اڑان نچلے درجے کی ہے۔ گووندا اس حقیقت سے آگاہ نہیں کہ خالی الفاظ کچھ معنی نہیں رکھتے۔تضادات میں بھی حسن پوشیدہ ہے اور یہ بھی معنی رکھتے ہیں،بغیر اساتذہ سے بھی زندگی کے اسرار و رموز سیکھے جاسکتے ہیں۔ دنیا سے محبت میں بھی عرفان چھپا ہے۔ شر کے راستے سے ہی کائنات اور اس کی حقیقت کا بھید جانا جاسکتا ہے ضروری نہیں کہ گوتم کی طرح سادہ، واضح اور متعین نظریات کے تابع رہ کر گیان و نروان حاصل کیا جائے بلکہ سدھارتھ کی طرح دیوانگی اور متعین اصولوں سے اختلاف کر کے بھی گوہر مراد حاصل کیا جاسکتا ہے۔

گووندا اگرچہ انسان، سماج اور کائنات کی حقیقت کو نہ سمجھ سکا اور اسے اپنی زندگی پر لاگو بھی نہ کر سکا لیکن اسے اس بات کا ادراک ضرور ہو گیا تھا کہ سدھارتھ نے گوہر مراد پالیا ہے اور وہ اس سے محروم رہا۔ گوتم بدھ کے حصول عرفان کے بعد سے وہ سدھارتھ کے علاوہ کسی بھی دوسرے شخص سے نہیں ملا جس کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ مقدس روح ہے۔ یہ سدھارتھ کی کامیابی کی دلیل ہے تبھی تو ناول کے آخری باب میں وہ سدھارتھ کی کامیابی اور حصول نروان کا برملا اظہار کرتا نظر آتا ہے:

> ”سدھارتھ اس نے کہا، اب ہم بوڑھے ہوگئے ہیں۔ اس جنم میں شاید ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ میں دیکھ رہا ہوں دوست کہ تم نے سکون حاصل کر لیا ہے۔ میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ میں اسے حاصل نہیں کر سکا۔ مجھے ایک بات بتاؤ میرے محترم دوست، ایسی کوئی بات بتاؤ، جس پر غور و فکر کر سکوں۔ جسے میں سمجھ سکوں، میرا راستہ اکثر مشکل اور تاریک رہا ہے۔“(۱۵)

ناول میں گووندا پیروکاروں کے گروہ کی علامت ہے جو زندگی میں آسان راستے کا انتخاب کرتے ہیں۔ گووندا دوستی اور پرستش کی ڈور سے بندھا کردار ہے جو سدھارتھ کو گرو مانتا ہے مگر آخر اس کی منزل سدھارتھ سے الگ ہو جاتی ہے۔ صوبیہ سلیم اس سلسلے میں لکھتی ہیں:

> ”گووندا کے افکار پر سدھارتھ کی پرچھائیں نظر آتی ہے مگر آخر کار وہ اپنا راستہ خود ڈھونڈ لیتا ہے کہ لاحاصل کی تلاش میں آخر وہ کب تک سدھارتھ کا ساتھ دے سکتا تھا۔ گویا انسانی فطرت کے عین مطابق جہاں اس کا دل ٹھہرا وہیں اس نے قیام کر لیا۔“(۱۶)

غلام الثقلین نقوی لکھتے ہیں:

"وہ گووندا جو اس کا سایہ تھا۔ اپنے ساتھ لے کر اس عظیم استاد کے حضور پہنچا۔ گووندا بدھ کا بھکشو بن گیا کیوں کہ وہ اس منزل سے آگے جانے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا"۔ (۱۷)

ناول کے آخری باب میں گووندا اپنے دوست سدھارتھ سے ایک بار پھر ملتا ہے اور سدھارتھ اسے اپنے نظریات اور تجربات سے آگاہ کرتا ہے اور گوندا سدھارتھ کے ہونٹوں پر تھاگت مسکراہٹ دیکھتا ہے جو زندگی کا بھید سمجھ جانے پر ہی پیدا ہوتی ہے۔ یہ گیان کی روشنی ہے جو اس کی مسکراہٹ سے پھوٹ رہی ہوتی ہے اور جس میں زندگی کے سارے رنگ یکجا ہوتے ہیں۔ گووندا کو یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ سدھارتھ کو اپنی منزل مل گئی لیکن وہ بے مراد اور بدقسمت رہا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ قسمت بہادروں کا ساتھ دیتی ہے۔ سدھارتھ مشکلات والی زندگی کا مسافر بن کر منزل کا گوہر مراد پالیتا ہے جب کہ گووندا آسان راستے کا انتخاب تو کرلیتا ہے لیکن نروان حاصل نہیں کر پاتا۔ ناول میں وہ اپنی شکست اور سدھارتھ کی بڑائی کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے:

"گوتم بدھ کے حصول عرفان کے بعد سے سدھارتھ کے سوا کسی دوسرے آدمی سے نہیں ملا جس کے بارے میں میں نے سوچا ہو کہ یہ مقدس روح ہے۔ اس طرح کے خیالات میں غرق اور ذہنی کش مکش میں الجھے گووندا نے پرسکون انداز میں بیٹھے اس آدمی کے سامنے سر جھکایا سدھارتھ، اس نے کہا، اب ہم بوڑھے ہوگئے ہیں۔ اس جنم میں شاید ہم پھر ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ میں دیکھ رہا ہوں دوست کہ تم نے سکون حاصل کرلیا ہے"۔ (۱۸)

۴۔ واسودیو:

"سدھارتھ" میں واسودیو کا کردار ایک مرشد، راہب اور استاد کا ہے۔ واسودیو ایک ایسا فقیر، صوفی یا درویش ہے جو تحمل پسند ہے اور وہ الفاظ سے زیادہ عمل کا قائل ہے۔ واسو سدھارتھ کے لیے ایک گائیڈ اور مرشد کی حیثیت سے مظاہر فطرت سے نروان حاصل کرنے کے فلسفے سے سدھارتھ کو روشناس کراتا ہے۔ واسودیو کی شخصیت اور فلسفے کا اثر سدھارتھ کی شخصیت پر انتہائی گہرا ہے۔ واسودیو روحانیت کی باریکیوں سے بخوبی آگاہ ہے وہ سدھارتھ کو مشورہ دیتا ہے کہ بیٹے کو جانے سے نہ روکو بلکہ اسے زندگی کے سارے ادوار کے ذائقے چکھنے دو اور اسے فیصلہ کرنے میں خود مختاری دو۔ تبدیلی اندر سے آتی ہے اور اسے باہر آنے سے کوئی نہیں روک سکتا اگر فطری طور پر اس کے اندر بھی نروان حاصل کرنے کی خواہش بیدار ہوئی تو اسے کوئی بھی دبا نہیں سکے گا۔ ندی کے پانی کی طرح وہ اپنا راستہ خود بناتی چلی جائے گی ۔ جب سدھارتھ پدرانہ شفقت و محبت کے جذبے کے زیر اثر آکر اپنے بیٹے کو روحانیت میں اپنے سے بھی آگے دیکھنے کی کوشش میں

حقیقت پسندی کا دامن چھوڑنے لگتا ہے تو ایسے میں واسودیو ہی اسے ایسا کرنے سے باز رکھتا ہے۔ واسودیو ایک ملاح ہے جو سدھارتھ کو دوسرے کنارے تک پہنچاتا ہے اور اسے جھونپڑی میں رہنے کی پیش کش کرتا ہے اور اسے مانجھی بنا دیتا ہے۔

واسودیو علامت ہے دانش و دریافت کی اور وہ ناول میں فطرت کے نمائندہ کے طور پر سامنے آتا ہے۔ سدھارتھ واسودیو کو اپنا گرومانتا ہے۔ سدھارتھ کے فکری اور روحانی سفر میں اس کا کردار غم خوار اور دانش مند رہنما کا ہے جس سے سدھارتھ مقدور بھر فیض یاب ہوا۔ واسو کے چہرے کی تمانت اور قلبی سکون نے سدھارتھ کے دل میں یہ خیال جگایا کہ واسو بھی نروان کے عظیم تجربے سے گزر چکا ہے۔ واسودیو کے وسیلے سے ہی سدھارتھ کو اطمینان، سکون، شانتی اور عرفان ذات حاصل ہوتا ہے۔ واسودیو ہی سدھارتھ کو روحانیت و پراسراریت کی بلندیوں تک پہنچانے کا راز عطا کرتا ہے وہ اسے بتاتا ہے کہ ایک چیز جو تمھیں حقیقت تک پہنچا سکتی ہے وہ ہے کامل توجہ۔ چیزوں کو دیکھنا، محسوس کرنا اور ان سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد تجربات کرنے اور انھیں اپنے دل و دماغ میں بسا لینے سے ہی کائنات کی حقیقت کا راز معلوم کیا جا سکتا ہے۔

بقول آصف فرخی:

> ”واسودیو کا جو کردار ہے اس میں ایک قسم کی ”فوک وزڈم“ ہے اور چوں کہ سدھارتھ کو عرفان حقیقت اسی کے وسیلے سے ہوا ہے تو گویا ناول میں اس کی فتح ہوتی ہے۔ واسو کا کردار کچھ زیادہ ہی نیک اور سادہ ہے“۔ (۱۹)

سدھارتھ تو کب کا نروان حاصل کر چکا تھا مگر اسے اس سے آگہی نہیں تھی۔ واسودیو جب پہلی مرتبہ سدھارتھ کو دریا کے دوسرے کنارے پہنچاتا ہے تو وہاں سے سدھارتھ زندگی کی طرف واپسی کا پہلا قدم اٹھاتا ہے۔ دوسری مرتبہ جب سدھارتھ دنیا سے بے زار ہو جاتا ہے تو یہ واسودیو ہی ہے جو اسے وقت اور بہتے دریا کے ذریعے فطرت کی طرف واپس لا کر دین و دنیا کو ساتھ لے کر چلنے کا ہنر سکھاتا ہے اور اسے ''اوم'' کی حقیقت سے آگاہ کرتا ہے کہ جس کی رو سے زندگی کو اس کی اصل شکل میں قبول کرنا ہی تکمیل ہے یعنی اس کے بہاؤ اور اس کے رنگ کو بغیر کسی ''کوٹنگ'' کے گلے لگانا ہی اس کے راز سے آگاہی حاصل کرنا ہے۔

سدھارتھ جب رشتہ محبت کو توڑنے والے بیٹے کے بارے میں سوچتا ہے تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ خاک پر بیٹھ گیا ہے اور اس کے اندر کی کوئی چیز مر گئی ہے یہ ایک ایسا لمحہ تھا کہ جب واسودیو اس کے آڑے نہ آتا تو اس کی روحانی ارتقا کی اڑان ختم ہو جاتی۔ یہ واسودیو کی رہنمائی ہی تھی کہ جس نے سدھارتھ کی ذات کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچا لیا۔ عین ممکن تھا کہ ایسے میں سدھارتھ بیٹے سے فطری محبت کی رو میں بہہ جاتا اور واپس مادی زندگی کا رزق بن جاتا۔ غلام الثقلین نقوی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

"واسو دیو جس نے اپنی ناؤ دوبار دریائے زندگی کو عبور کرنے میں اس کی مدد کی تھی اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کی مراجعت کے عمل کو اس خطرناک لمحے کی زد سے بچالیا۔ واسو دیو ان پڑھ تھا۔ ناؤ کا کھویا اس نے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی اس نے کسی استاد سے دانش حاصل نہیں کی تھی۔ دریا اس کا استاد تھا۔ وہ دریا کی ہزار رنگ آوازوں کو سنتا، جانتا اور سمجھتا تھا۔ انہی آوازوں سے اس نے اپنا فلسفہ زندگی اخذ کیا تھا۔ اس نے سدھارتھ کو ان آوازوں کے باطن سے آگاہ کیا تھا اور اس کی راہنمائی سدھارتھا کو اس آواز کی گھمبیرتا تک لے آئی تھی جو ہزار آوازوں کا ایک عظیم نغمہ تھی، اوم، جسے تکمیل ذات کا نام دیا جاتا ہے"۔ (۲۰)

واسو دیو ایک ایسا کردار ہے ایک ایسا صوفی اور راہب جو ذاتی مفاد اور دنیا کی لذتوں سے دور ہے اور اسے جب محسوس ہوتا ہے کہ اس کا شاگرد عرفان ذات کی حقیقت تک پہنچ چکا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس کا کام پایہ تکمیل تک پہنچ گیا ہے اس لیے وہ ندی، جھونپڑی اور سدھارتھ سے الوداع ہونے کو بہتر سمجھتا ہے:

"واسو دیو اٹھا۔ اس نے سدھارتھ کی آنکھوں میں دیکھا اور انہیں عرفان سے لبریز پایا۔ اپنے رحمدل اور بزرگانہ اطوار کے مطابق اس نے سدھارتھ کے کندھے کو تھپتھپایا اور کہا: میں اس لمحے کا منتظر تھا دوست۔ اب وہ آہی گیا ہے۔ تو مجھے جانے دو۔ بہت دنوں تک میں نے ملاح، واسو دیو نے خانگی زندگی کا تجربہ کیا۔ اب یہ مکمل ہو گیا، الوداع جھونپڑی، الوداع ندی، الوداع سدھارتھ"۔ (۲۱)

۵۔ گوتم:

ناول میں گوتم کا کردار الگ سے موجود ہے لیکن یہ بات واضح ہے سدھارتھ کا فلسفہ اور زندگی ہی گوتم بدھ کی تعلیمات تھیں، بہر حال اس ناول میں گوتم ایک راہب، مرشد، فقیر اور صوفی کی شکل میں نظر آتا ہے جو چار اصول اور آٹھ زندگی گزارنے کے طریقے بتاتا ہے جو بدھ فلسفے کی جان ہیں۔

سدھارتھ اور گوتم کا فلسفہ ایک ہے۔ ناول میں دو مختلف کرداروں کے روپ میں لانے کا مقصد شاید سدھارتھ کو گوتم کا جدید کردار بنا کر پیش کرنا ہے جو مشینی دور کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ گوتم کا کردار، گوتم بدھ کا حقیقی کردار اور فلسفہ پیش کرتا نظر آتا ہے کہ جس کی رو سے محبت دنیا کا مثبت ترین جذبہ ہے، ہمیں چیزوں سے انسانوں سے، یہاں تک کہ دریاؤں اور پتھروں سے بھی محبت رکھنی چاہیے۔ گوتم کو ایک تاریخی پس منظر کے طور پر سامنے لانا اور ساتھ میں سدھارتھ کے کردار کو لے کر چلنا شاید اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک ہی عہد میں دو عظیم شخصیات کی نمو ممکن ہے ان کا وجود اور جنم ممکن ہے اور ان میں فکری اختلاف بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ دونوں شخصیات ایک ہی منزل پر دو مختلف راستوں سے گزرنے کا فن جانتی ہوں۔ گوتم کی شخصیت سے سدھارتھ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا:

> "اس بار اس نے گوتم کی پیشانی، کندھوں، پاؤں اور ہاتھوں پر گہری نظر ڈالی۔ اسے لگا ان کی انگلیوں کے ایک ایک پور میں علم پوشیدہ ہے۔ اس میں سچائی ہے۔ بولتی، سانس لیتی روشن سچائی۔ یہ شخص، یہ بدھ سر سے پیر تک مقدس تھا۔ ایسا احترام ایسی محبت سدھارتھ کے دل میں کبھی کسی کے لیے پیدا نہیں ہوئی تھی"۔(۲۲)

بدھ عقائد میں چار بنیادی حقائق اور سلوک کے راستے کی آٹھ جہتیں ہیں انھیں ناول میں گوتم بدھ کے کردار میں دیکھا جا سکتا ہے۔ گوتم نے تجربات حاصل کیے اور عرفان حقیقت حاصل کرنے کے بعد انھیں، لوگوں کے سامنے رکھا اور یوں اپنے ماننے والے پیدا کیے۔

۶۔کام سوامی:

کام سوامی کاروبارِحیات کی علامت ہے۔ اگرچہ سدھارتھ کو دنیاداری کے راستے پر لانے والی کملا تھی لیکن سدھارتھ نے دنیاداری کے گر کام سوامی سے سیکھے۔ کام سوامی ایک خاص انداز میں سوچنے والا روایتی بیوپاری ہے۔ کام سوامی سے ملنے کے بعد سدھارتھ کو احساس ہوتا ہے کہ اس کا اپنے آپ سے بھاگنے کا عمل غلط تھا۔ وہ خود سے کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی تحریر کو پڑھتا ہے تو اس کے حروف سے نفرت نہیں کرتا۔ تلاش کے طویل سفر میں صبر اور آگاہی کی بدولت وہ کاروبار میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔ کام سوامی سدھارتھ کو ایک کامیاب تاجر بنا کر اسے دولت، طاقت، عزت اور بلند مرتبے تک پہنچنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ کام سوامی کی کاروباری تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ (سدھارتھ) اپنی محبت کملا کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ وہ کامیاب اور پھرتیلا آدمی تھا جس نے اپنی محنت اور کامیاب کاروباری حکمت عملی سے ایسا محل تعمیر کر لیا جو انواع واقسام کی چیزوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ کام سوامی ہی سدھارتھ کو زندگی کی حقیقت سے آشنا کرتا ہے۔

کام سوامی واسودیو کا دوسرا رخ ہے۔ انتہاپسند اور دنیادار ہے۔ اس کے فکر و نظریے کے مطابق دنیا ہی سب کچھ ہے دولت میں طاقت ہے۔ جوا اور دیگر منفی سرگرمیاں اختیار کر لینے میں کوئی اچھنبے کی بات نہیں، یہ دنیا سب کچھ ہے اس سے بھرپور لطف اٹھانے اور کامیاب بنانے کے لیے جائز وناجائز ذرائع اختیار کر لینے میں کوئی ممانعت نہیں ہے کہ صرف سامنوں کی صحبت اختیار کرنے سے مکمل زندگی گزارنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ سامنوں کا ساتھ اختیار کر لینے سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اب زندگی کی دیگر اشیاء اور ضروریات بے معنی ہو گئی ہیں:

> "نہیں، مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور نہ کبھی رہی ہے۔ میں سامنوں کے بیچ سے آیا ہوں۔ جن کے ساتھ میں طویل عرصے تک رہا ہوں۔ آپ سامنوں کے پاس سے آئے ہیں لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے"۔(۲۳)

۷۔سدھارتھ کا باپ:

سدھارتھ کا باپ ایک بنا اور گھڑا ہوا برہمن ہے کہ جس کے گھر میں چڑھاوے، یوگ اور آسن کے کھیل کھیلے جاتے ہیں۔ عبادات اور تعلیم و تربیت سے محبت کا ماحول سدھارتھ کے باپ کی مذہب میں دلچسپی کو ثابت کرتا ہے۔ سدھارتھ کا باپ اپنے بیٹے کو مختلف اساتذہ سے تعلیم دلوا کر آتما کو پوتر کرنے اور پرماتما میں مل جانے کی منزل مقصود تک لے جانے کی خواہش رکھتا ہے۔ عالم، مقدس، عبادت گزار اور زندگی کی حقیقتوں کو سمجھنے والا جو حاصل ہونے والے علم کا اپنے تخیل، اپنی زندگی، اپنے من، اپنی گفتگو اور عمل میں استعمال کرتا ہے۔ اس کی زندگی پاک اور گفتگو میں ہوش مندی نظر آتی ہے۔ اس کی زبان شیریں اور الفاظ میں دلکشی ہے۔ دیگر برہمنوں کی طرح مقدس صحیفوں خصوصاً سام وید کے اپنشدوں پر اس کا کامل یقین تھا کہ جس کے تحت انسان کی آتما میں کل کائنات پوشیدہ ہے اور انسان سوتے میں بھی اپنے وجود کے اندر رہی تہہ در تہہ اتر کر آتما کے رازوں سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے۔

سدھارتھ کا باپ ایک جہاندیدہ برہمن ہے۔ وہ ایک ماہر استاد اور رہنما کی طرح سدھارتھ کے شوق اور تلاش حق کی جستجو کا اندازہ لگاتا ہے اور اس سے مکالمے میں راہ سلوک کے کٹھن مراحل سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ وہ پہلے سدھارتھ کو اس راہ پر خطر سے باز رہنے کا کہتا ہے اور جب اس کی تسلی ہو جاتی ہے تو وہ خوش دلی سے بیٹے کو عرفان ذات کے سفر پر روانہ کرتا ہے۔ سدھارتھ کا باپ بیٹے سے مکالمے میں ایک ماہر نفسیات کی طرح بیٹے کی شخصیت کی گہرائیوں کا جائزہ لیتا نظر آتا ہے:

"تمہیں نیند آ جائے گی سدھارتھ
مجھے نیند نہیں آئے گی
مر جاؤ گے سدھارتھ
مر جاؤں گا
تمہیں موت قبول ہے لیکن باپ کا حکم نہیں
سدھارتھ نے ہمیشہ اپنے باپ کا حکم مانا ہے
تو تم اپنا خیال چھوڑ رہے ہو؟
سدھارتھ تو وہی کرے گا جو اس کا باپ کہے گا"۔(۲۴)

سدھارتھ کا باپ اس فلسفے سے آگاہ ہے کہ روحانیت کے سفر میں رشتے "فِٹ اِن" نہیں ہوسکتے اس لیے ایک صوفی اپنے رشتوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اسے نبھا نہیں پائے گا اور اس سے ضرور اس معاملے میں لغزش ہوگی۔ یہاں یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ وہ مغرب کے فلسفے کے برعکس اپنے قریبی رشتوں سے جان نہیں چھڑانا چاہتا۔ اس میں مغرب کی مادیت پسندی نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنا کڑا احتساب کر کے اپنے آپ کو رشتوں ناطوں کے قابل بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ ناول میں سدھارتھ کا باپ بھی اپنے بیٹے کے راستے میں دیوار نہیں بنتا اور اپنی رائے اور فلسفہ اس پر نہیں تھوپتا بلکہ اسے اپنی منشا و رضا کے مطابق زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

"سدھارتھ" میں ہیرو کا باپ ایک روایتی باپ ہے جو ہر لحاظ سے اپنے بیٹے کو اپنے سے برتر اور بہتر وکامیاب دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے تجربات اور نظریات سے قائل کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن جب "سدھارتھ" کی لگن اور جذبہ دیکھتا ہے تو اسے نروان حاصل کرنے کے سفر کی طرف جانے کی اجازت دے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ کامیابی اور ناکامی ہر دو صورتوں میں وہ اپنے باپ سے ضرور آکر ملے:

> "برہمن نے دھیرے سے سدھارتھ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ سدھارتھ تم جنگل جاکر سنیاس لیناچاہتے ہو۔ ٹھیک ہے، اگر تم تلاش حق میں کامیاب ہو جاؤتو لوٹ کر مجھے بھی بتانا یہ خیال ترک کر دو تو بھی لوٹ کر آنا۔ مجھے اپنا شاگرد بنالینا۔ پھر ہم ساتھ ساتھ دیوتاؤں کی عبادت کریں گے جاؤاپنی ماں کو الوداع کہو"۔ (۲۵)

حوالہ جات:

۱۔ ہرمن ہیسے، سدھارتھ (مترجم: یعقوب یاور کوٹی)؛لاہور؛ نگارشات پبلشرز؛۲۰۱۴ء؛ص ۴۰

۲۔ صوبیہ سلیم، سدھارتھ کا فنی وفکری جائزہ؛اسلام آباد؛ تخلیقی ادب (مجلہ)؛ نمل جامعہ؛شمارہ ۱۰؛س۔ن؛ص ۳۳۷

۳۔ ہرمن ہیسے، سدھارتھ (مترجم: یعقوب یاور کوٹی)؛ص ۱۳۱

۴۔ ایضاً، ص ۱۳۸۔۱۳۹ ۵۔ ایضاً، ص ۱۱۹ ۶۔ ایضاً، ص ۱۳۴

۷۔ صوبیہ سلیم، سدھارتھ کا فنی وفکری جائزہ؛اسلام آباد؛ تخلیقی ادب (مجلہ)؛ ۳۳۸

۸۔ سلیم احمد، آصف فرخی: سدھارتھ اور آگہی؛ کراچی؛ اسلوب (مجلہ)؛جولائی ۱۹۸۵ء؛ص ۱۴۹

۹۔ ہرمن ہیسے، سدھارتھ (مترجم: یعقوب یاور کوٹی)؛ص ۶۲

۱۰۔ ایضاً، ص ۶۴ ۱۱۔ ایضاً، ص ۷۶ ۱۲۔ ایضاً، ص ۱۱۲۔۱۱۳

۱۳۔ نازیہ ملک، آگ کا دریا اور سدھارتھ: تقابلی مطالعہ؛ اسلام آباد؛ دریافت (مجلہ)؛ نمل جامعہ؛شمارہ ۱۰؛س۔ن؛ص ۳۳۳

۱۴۔ سہیل احمد، ڈاکٹر، طرفین؛لاہور؛ سنگ میل پبلی کیشنز؛۱۹۸۸ء؛ص ۱۳۵

۱۵۔ ہرمن ہیسے، سدھارتھ (مترجم: یعقوب یاور کوٹی)؛ص ۱۴۱۔۱۴۲

۱۶۔ ایضاً، ص ۳۳۸

۱۷۔ غلام الثقلین نقوی، سدھارتھ؛لاہور؛اوراق (مجلہ)؛جولائی/اگست ۱۹۷۸ء؛ص ۵۷

۱۸۔ ہرمن ہیسے، سدھارتھ (مترجم: یعقوب یاور کوٹی)؛ص ۱۴۱۔۱۴۲

۱۹۔ سلیم احمد، آصف فرخی: سدھارتھ اور آگہی؛؛ص ۱۵۳

۲۰۔ غلام الثقلین نقوی، سدھارتھ؛؛ص ۵۸۔۵۹

۲۱۔ ہرمن ہیسے، سدھارتھ (مترجم: یعقوب یاور کوٹی)؛ص ۱۳۲

۲۲۔ ایضاً، ص ۳۵ ۲۳۔ ایضاً، ص ۶۷ ۲۴۔ ایضاً، ص ۲۰ ۲۵۔ ایضاً، ص ۲۱

☆☆☆☆☆